اردو کا ارتقاء تراجم قرآن کے آئینے میں

از حافظ مولانا محمد اسرائیل صاحب فرحت قاسمی (رفیق دائرۃ الرشید جامعہ عربیہ اشرفیہ نیا بھوجپور)

(قسط اوّل)

دنیا کی ترقی یافتہ اور علمی زبانوں میں اردو زبان نسبتاً جدید ہوتے ہوئے بھی اپنی گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے اقوامِ عالم کے دلوں پر اپنا سکہ بٹھا چکی ہے۔ اردو کی پیدائش عہدِ مغلیہ میں ہوئی ہندی، سنسکرت، عربی، فارسی، اور ہندوستان کی کئی دوسری زبانوں کے اختلاط سے جو ایک نئی زبان وجود میں آئی اس کا نام اردو رکھا گیا۔ اردو بمعنیٰ فوج کے ہے۔ فوج میں چونکہ ملک کے ہر گوشہ کے لوگ اور ہر مذہب کے ماننے والے ہوتے تھے۔ مگر ایک صوبہ والے کی زبان دوسرے صوبہ کے لوگ نہیں سمجھ پاتے تھے۔ اس صورتِ حال کے پیشِ نظر فوجیوں کے درمیان ایک ایسی زبان کی داغ بیل پڑی جسے بلا تفریق مذہب ملت سب ہی سمجھیں اور بولیں۔ اور اس ضرورت کو صرف اردو ہی پورا کر سکتی تھی۔ اردو کا مولد و منبع فوج ہے۔ اس لئے قدرتی طور پر کسی طرح کی تفریق کے بغیر جو تنظیم، جو قوت اور جو وحدت فوج میں ہونی چاہیئے وہ تمام تر خصوصیات اس زبان میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ اس کے بولنے والے، ہندو مسلمان سکھ عیسائی، پارسی اور ملک کی تمام قومیں ہیں۔ اس کی رگوں میں پورے ملک کا خون دوڑ رہا ہے۔ اردو زبان میں علم و ادب کا جو سرمایہ محفوظ ہے وہ اس حقیقت کی ایک تاریخی شہادت اور دستاویز ہے۔

آج اردو جو صرف ہندو پاک ہی میں نہیں بلکہ عرب و عجم کے ہر ملک میں کم و بیش بولی اور

کہی جاتی ہے ۔ اور موجودہ ہیئت و شکل یک وقت حاصل نہیں ہوئی بلکہ یوم تاسیس سے لیکر آج تک کئی ادوار گذر جانے اور اہلِ اردو کی علی الترتیب مساعی کا فیضان ہے ۔ علماء، فضلا ادباء شعراء کی مخلصانہ خدمات کا نتیجہ نیک ہے جو اردو اپنے اس مقام پر نظر آرہی ہے جس مقام پر دنیا کی دوسری ترقی یافتہ اور علمی زبانیں فائز ہیں ۔

پیشِ نظر مقالے کے اندر اردو کا تدریجی "ارتقا" دوسرے اصنافِ ادب کی طرح سے پیش کرنا مقصود نہیں ۔ بلکہ مختلف ادوار میں قرآن حکیم کے جو اردو ترجمے ہوئے ۔ اور ہر مترجم نے اپنے دور کے معیار کے مطابق جو اسلوب اور جو اندازِ بیان اختیار کیا اسی کے آئینہ میں اردو کی شکل ہیئت کو پیش کرنا مقصود ہے ۔

قرآن پاک کی عربی فارسی اور چند اردو تفاسیر و تراجم کی تعداد سے متعلق تفسیر خلیلی کے مقدمہ میں نواب صدیق حسن خاں صاحب نے لکھا ہے کہ تیرہ سو[۱۲] سے زیادہ تفاسیر و تراجم ایک تک منصۂ شہود پر آچکے ہیں ۔

قرآن پاک کے اردو مترجمین کی ایک طویل فہرست ہے ۔ جنہوں نے ترجمہ و تفسیر کے ذریعہ ایک دینی و ملی فریضہ کو انجام دیا ہے ۔ لیکن ضمنی طور پر زبان وادب کی بھی بہت کچھ خدمت کی ہے اور اسکی تحقیق و جستجو میں عمر کا کافی حصہ صرف کیا ہے ۔ یہاں ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب قرآن پاک کا ترجمہ کر رہے تھے ۔ جب وہ سولھویں پارے پانچویں رکوع میں پہونچے جہاں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر ہے ۔ جب ان کے دامنِ عفت پر لوگوں نے چھینٹا ڈالنا چاہا اور ان سے حضرتِ مسیح کی ولادت کا سبب پوچھا گیا تو انہوں یہ جواب دیا "كُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا" حضرت شاہ صاحب موصوف نسیا منسیا کی اردو تلاش کرنے لگے اپنے طور پر ہر چند انھوں نے تحقیق و تفتیش کی مگر تشفی نہ ہوئی ۔

اس کیلئے انھیں سخت پریشانی و فکر لاحق تھی ۔ کئی روز گذر جانے پر وہ ایک دن گھر سے نکلے پڑوس کے ایک مکان کے سامنے ایک گوالن کسی سے جھگڑے کے انداز میں کہہ رہی

ی میں اس معاملہ میں بالکل بھولی بسری ہوں۔ حضرت شاہ صاحب نے سنا تو ان کے دل کی
رجھائی کلی کھل گئی۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب نے اسکا یہی ترجمہ فرمادیا۔ مزید فرمایا کہ اگر قرآن
پاک اردو میں نازل ہوا ہوتا تو "نسیا منسیا" کی جگہ پر "میں بھولی بسری ہوں" کے علاوہ دوسرا
وئی لفظ موضوع نہیں ہوتا۔ حالانکہ اکثر مترجمین نے اسکا ترجمہ اسی لفظ سے کیا ہے یعنی حضرت
ریم نے فرمایا میں "نسیا منسیا" تھی۔

اس طرح قرآنِ مجید کے مفسرین یا مترجمین نے نہ صرف دینی خدمات انجام دی ہیں بلکہ گیسوئے
اردو کے سودائی بنکر اس کی مشاطگی کی ہے۔ اس کے بنانے اور سنوارنے میں ایک اہم کردار ادا
کیا ہے۔ ذیل کی سطروں میں ہم قرآنِ مجید کے تراجم کے آئینے میں اردو کی تدریجی ترقی اور اس کی
ترویج و اشاعت کا جائزہ لیں گے۔

زیرِ نظر موضوع اپنی وسعت و ہمہ گیری کے لحاظ سے اس بات کا متقاضی ہے کہ مختلف ادوار
میں قرآنِ پاک کے جو ترجمے ہوئے یا تفسیریں لکھی گئیں اس کے امثال و نظائر کی روشنی میں بحث کرتے
ہوئے سنہ وار آیاتِ قرآنی کا ترجمہ پیش کیا جاتا مگر واحسرتا کہ شروع سے اب تک جتنے اردو
ترجمے ہوئے، وہ کل دستیاب نہ ہوسکے۔ جس کے سبب سے اس مقالہ کے تشنہ رہ جانے
کا قوی اندیشہ ہے۔ مزید تاسف اس امر پر ہے کہ ذیل کی سطریں لکھتے وقت انٹھارہ تراجم
و تفاسیر میرے سامنے ہیں۔ مگر ایک دو کے علاوہ کسی پر سنہ تصنیف یا سنہ طباعت نہیں۔
جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ کس سنہ میں کیا گیا۔ پھر یہ بات بھی ذہن کے گوشہ میں خلش
پیدا کر رہی ہے۔ کہ کئی صدیوں کے بعد اگر اس نقطۂ نظر سے قرآن پاک کے تراجم کا جائزہ
لیا جائے تو سنہ کے نہ ہونے کے باعث ادوار کی تقسیم میں سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا
اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کسی ترجمہ میں مترجم کا نام تک حذف کر دیا گیا ہے۔ لیکن
بہرحال جو کچھ بھی دستیاب ہوا اس کے پیشِ نظر کوشش کی جائے گی کہ ان سطور کے مطالعہ
سے اردو کی تدریجی ترقی کا ایک خاکہ ناظرین کرام کے ذہن میں آجائے۔

اردو زبان کے وجود میں آنے کے بعد سب سے پہلے شاعروں نے اپنی جولانیٔ طبع کے جوہر دکھانے شروع کیے۔ پھر بہت دنوں کے بعد شاعروں نے نثر نگاری سے اردو کی ترویج و اشاعت کا کام آگے بڑھایا اور اس جدوجہد اور پیہم کدوکاوش پر تقریباً دو سو سال کا زمانہ گذر گیا۔ اور اٹھارہویں صدی کے وسط تک اردو نثر اپنے ابتدائی دور میں تھی۔ اس کے بعد تدریجاً اس لائق ہوئی کہ اس میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا جائے۔ آج سے دو سو سال قبل حضرتِ شاہ مراد اللہ انصاری (نور اللہ مرقدہ) نے سب سے پہلے قرآنِ پاک کا ترجمہ کیا۔ اردو کے مشہور اہلِ قلم مولانا سید محبوب رضوی ”دیوبند نے بڑی عرق ریزی سے اس کا سراغ لگایا ہے کہ شاہ مراد اللہ صاحب، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے ہمعصر تھے۔ وہ نسلاً انصاری مشرباً قادری نقشبندی، مسلکاً حنفی اور وطناً سنبھلی تھے۔ تاریخ کی یہ ستم ظریفی ہے کہ وہ گوشۂ گمنامی میں پڑ گئے۔ شاہ مراد اللہ صاحب صرف قرآنِ مجید ہی کے جید عالم نہ تھے۔ بلکہ موجودہ ترقی پذیر اردو کا سنگِ بنیاد بھی رکھنے والے تھے۔ ان کی امتیازی حیثیت کو اردو نثر کی تاریخ میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔

شاہ مراد اللہ کے پندرہ سال بعد حضرت شاہ رفیع الدین صاحب اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے قرآنِ مجید کا ترجمۂ اردو کیا۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب نے ۱۷۸۶ء اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نے ۱۷۹۰ء میں ترجمہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ عام طور پر ان دونوں میں حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کا ترجمہ پہلا ترجمہ مانا جاتا ہے۔ اگرچہ علمائے تاریخ کے درمیان یہ مسئلہ متنازع فیہ ہے کہ شاہ رفیع الدین صاحبؒ کا ترجمہ تقدم زمانی رکھتا ہے یا شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا۔

بہرحال اردو کا سنگِ بنیاد پندرہویں صدی میں پڑ چکا تھا۔ اور اس ابتدائی دور کے جو نمونے ملتے ہیں وہ آج مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہیں جیسے ”سب رس“ کے مصنف ملا وجہی کی ایک نثر کا نمونہ مندرجہ ذیل ہے۔

"جانو بہشت میں کا نقر ہے۔ سطر سطر پر برستا ہے نور۔ ہر ایک بول ہے ایک حور۔ اس سے پڑھ کر جنے حفظ پایا جانو وہ بہشت میں آیا۔ یہاں خدائی بول نا راج ہے۔ جھوٹی باٹ ہماری چلیا ہر چند فہم داری ہے چلیا تو کیا ہوا باٹ ہماری ہے۔"

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں۔

"تو بی ایک حرام خوری ہے۔ نمک پر حرام اس کا کیا رہیگا۔ خام جسے انسان کی ہینی کٹ اسے دل کا ذبح اپنڑلی لت جنے انصاف چھپایا۔ اس دل کو یے دل کیا کام گنوایا۔ حاجت میں جھوٹی کرے زبان پس کون آپے کیا نقصان اگر تجھے فہم دار اپنی دیکھنے کو مار۔ یو بات دل میں رکھ مرداں کی یادگار جن نے دل کو جلایا ان نے خدا کو پایا۔"

یہ بالکل ابتدائی نمونہ ہے اور اس طرح کے ادبی نمونے تاریخ ادب کے صفحات میں ملتے ہیں۔ لیکن اس طرح کی نثر نگاری اور دوسرے اصنافِ ادب کے قطع نظر ہمیں صرف ترجمۂ قرآن پاک کے آئینے میں اردو کی ترویج و اشاعت کا جائزہ لینا ہے۔ پچھلی سطروں میں یہ گذر چکا ہے کہ شاہ مراد اللہ صاحب سب سے پہلے مترجم ہیں۔ انھوں نے اردو میں ترجمۂ قرآن پاک کی طرح ڈال کر ایک ایسا نمونہ پیش کیا جس نے بعد کے مترجمین کے لیے مشعلِ راہ کا کام دیا۔ یہ ترجمہ اس وقت لکھا گیا جب اردو علمی تصنیف سے بالکل تہی دامن تھی اس زمانہ میں اردو بول چال کی زبان تو تھی۔ شعر و شاعری بھی ہوتی تھی۔ مگر نثر نگاری بالکل ابتدائی حالت میں تھی۔ اور جو کچھ بھی تھی وہ قافیہ کی قید و بند میں گرفتار۔

مولانا شاہ مراد اللہ صاحب رح

اردو ادب کی اس مختصر تاریخ کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اٹھارھویں صدی کے وسط میں اردو ترجمہ کا آغاز ہوا۔

شاہ مراد اللہ صاحب سب سے پہلے اردو مترجم ہیں۔ انھوں نے پورے قرآن پاک کا ترجمہ بھی کیا اور تفسیر بھی لکھی۔ مگر وہ نایاب ہو چکا ہے۔ صرف تیسویں پارے کا ترجمہ جامعہ عربیہ اشرفیہ نیا بھوجپور (بہار) کے کتب خانہ میں ایک نسخہ ہے۔ اور اسی کے حوالے سے یہ ترجمہ

سورۂ فاتحہ .... (۱)۔ شاہ صاحب کی یہ تفسیر ۱۲۰۱ھ میں مکمل ہو گئی تھی۔ ....یش کیا جا رہا ہے۔
..........ب کا تحت اللفظ ترجمہ شاہ صاحب نے یہ کیا ہے۔

"سب تعریف اللہ کو ہے جو سارے جہاں کا بہت مہربان نہایت رحم والا مالک
انصاف کے دن کا۔ تجھی کو ہم بندگی کریں اور تجھی سے مدد چاہیں۔ چلا ہم کو راہ سیدھی۔
راہ ان کی جن پر تو نے فضل کیا اور نہ جن پر غصہ ہوا۔ اور نہ بہکنے والے"

سورۂ عصر کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

والعصر: قسم ہے عصر کے زمانے کے پیدا کرنے والے کی۔ قسم ہے زمانے کی کیا کیا باتیں کس کس طرح کی حقیقتیں کیا کیا خوبیاں زمانے میں پیدا ہوئی ہیں۔ سوگند عصر کے وقت کی نماز کی یہ بہت بڑی نماز ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے جس کسی کی نماز فوت ہوئی جاتی رہی ایسا نقصان ہوا اس کا جیسے کسی کا اہل و مال غارت ہوا لٹ گیا۔

سورۂ کوثر کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ: تحقیق ہم نے دیا تیرے تئیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بخشا تجھ کو بہت کچھ ہر ایک طرح کی خیر خوبی کی زیادتی۔ دنیا میں آخرت میں اولاد کی بہتایت ظاہر کی اولاد باطن کی اولاد سب پیغمبروں کی امت سے تیری امت کی بہتایت سب خلق کے علم سے تیری علم کی زیادتی۔ سب کے عمل سے تیرے عمل کی بہتایت سب عمل کے ثواب سے تیرے عملوں کے ثواب کی بہتایت۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے پیچھے زمین میں آسمان میں تیری یاد کی تیرے ذکر کی مذکور کی بہتایت دونوں جہان میں تیرے دوستوں کی بہتایت

مذکورہ بالا اقتباسات سے یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ شاہ مراد اللہ صاحب نے نہ صرف ترجمہ و تفسیر کا حق ادا کیا بلکہ اردو زبان کو کس قدر فصاحت و سلاست کے ذریعہ سے آراستہ کیا۔ یہ نمونے دو سو سال سے زائد کے ہیں۔ جب اردو بالکل ابتدائی منزل میں تھی۔ اس

طرح اردو کی جو خدمت انھوں نے انجام دی۔ وہ تاریخ ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲) حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب ؒ

حضرت شاہ مراد اللہ صاحب کے بعد حضرت شاہ رفیع الدین ؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب ؒ کا زمانہ آتا ہے۔ شاہ رفیع الدین صاحب کے ترجمہ کا نمونہ یہ دوسرا پارہ دوسرا رکوع :-

فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا	پس یاد کرو مجھکو میں یاد کروں گا تمکو اور شکر
تَكْفُرُوْنِ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا	کرو واسطے میرے اور مت کرو کفر۔ اے لوگو
بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ	جو ایمان لائے ہو۔ مدد چاہو ساتھ صبر کے
وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ	اور نماز کے۔ تحقیق اللہ ساتھ صبر کرنے والوں
بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ	کے ہے اور مت کہو واسطے ان لوگوں کے کہ
بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ	مارے گئے بیچ راہ اللہ کے مردے۔ بلکہ زندہ
وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝	ہیں اور لیکن نہیں سمجھتے تم۔ اور البتہ آزمائیں
	گے تم کو ہم ساتھ ایک چیز کے ڈر سے اور بھوک
	سے اور کمی مال کے سے اور جان کے سے اور میوے
	کے سے اور خوشخبری دے صبر کرنے والوں کو۔

سورہ بقرہ کی آخری آیت :-

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ	نہیں دیتا اللہ تکلیف کسی جی کو مگر طاقت اسکی کے واسطے
عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ	اسکے ہے جو کمایا اس نے اور اوپر اسکے ہے جو کمایا اس نے
نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا	اے رب ہمارے مت پکڑ ہم کو اگر بھول گئے ہم یا چوک
كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا	گئے ہم اے رب ہمارے اور مت رکھ اوپر ہمارے
مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا	بوجھ جیسا رکھا تو نے اسکو اوپر ان لوگوں کے کہ پہلے

اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ؕ ہم سے۔ اے رب ہمارے اور مت اٹھو! ہم سے وہ چیز کہ نہیں طاقت واسطے ہمارے ساتھ اسکے اور معاف کر ہم سے اور بخش ہمکو اور رحم کر ہمکو تو ہے دوست ہمارا مدد دے ہمکو اوپر قوم کافروں کے۔

(۲) مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ — حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کے ترجمہ کا نمونہ جو ۱۷۷۶ء اور ۱۷۹۰ء کے درمیان کیا گیا ملاحظہ کرنے کے بعد ان ہی مذکورہ دونوں آیتوں کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے اس طرح کیا ہے۔

دوسرا پارہ دوسرا رکوع

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ الخ	پس یاد کرو تم مجھکو یاد کرونگا تم کو اور شکر کرو واسطے میرے اور نہ کفر کرو مجھ سے اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ مدد چاہو ساتھ صبر اور نماز کے تحقیق اللہ ہے ساتھ صبر کرنے والوں کے اور مت کہو واسطے ان لوگوں کے جو مارے جاتے ہیں بیچ راہ اللہ کے کہ مردے ہیں بلکہ جیتے ہیں یعنی زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے اور البتہ آزمائیں گے ہم تمکو ساتھ ایک چیز کے ڈر سے اور بھوک سے اور کمی مالوں کے سے اور جانوں کے سے اور میووں کے سے اور بشارت دے صبر کرنے والوں کو۔

سورۂ بقرہ کی آخری آیت :۔

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا ۔۔۔ نہیں تکلیف دیتا اللہ کسی جی کو مگر طاقت اس کی پر واسطے اس کے ہے جو کمایا اس نے

۔۔۔ الْکٰفِرِیْنَ ؕ اور اوپر اسی کے ہے جو کمایا اس نے اے رب ہمارے مت پکڑ ہم کو اگر بھول گئے ہم اور چوک گئے ہم اے رب ہمارے اور مت رکھ اوپر ہمارے بوجھ جیسا رکھا تو نے اسکو اوپر ان لوگوں کے کہ پہلے ہم سے تھے اے رب ہمارے اور مت اٹھوا ہم سے وہ چیز کہ نہیں طاقت واسطے ہمارے ساتھ اسکے اور معاف کر ہم سے اور بخش ہمکو اور رحم کر ہمکو تو ہے دوست دار ہمارا پس مدد دے ہمکو اوپر قوم کافروں کے

مذکورہ بالا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر کے ملاحظے سے بخوبی طور پر اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کے ترجمہ کی زبان ایک ہے صرف بعض مقامات پر کہیں کہیں الفاظ کا سیاق و سباق اور تغیر و تبدل ہے۔ چونکہ یہ دونوں مترجم معصری ہیں بلکہ سگے بھائی اور خانوادۂ ولی اللہی کے چشم و چراغ تھے یہ دونوں حضرات عام طور پر قرآن کے پہلے مترجم مانے جاتے ہیں۔ ان دونوں کا زمانہ اٹھارھویں صدی کے وسط سے ۱۷۹۰ء کے درمیان ہوا کے بعد تقریباً بیس برس کے درمیان کا کوئی ترجمہ باوجود سعی بلیغ کے نہیں مل سکا جس سے انیسویں صدی کی ابتدا سے ۱۸۵۰ء تک اردو کا جو معیار رہا قرآن کریم سے اس کا نمونہ پیش کیا جاتا ۱۸۵۰ء کے بعد بقول نواب صدیق حسن خاں صاحب کے اردو میں بیشمار تفاسیر یا تراجم منصہ شہود پر آئے۔ (باقی آئندہ)